''اس نام سے شروع جو قابلیت دیتا ہے اور کامیابی بھی''

''ابن القلم''

ابن عزیز کی آنکھوں کی بینائی اب اتنی ہی باقی بچی تھی کہ وہ قلم کو دوات میں بھگو کر' سر کو لفظ پر پورا جھکا کر لکھ لیتے تھے۔ چراغ رحل کے عین کنارے پر رکھا ہوتا تھا۔ ابن عزیز جن کی بینائی بچپن سے ہی بینا نا بینا تھی' ان کے لیے تین چار گز سے آگے سب دھندلا ہونے لگتا' اور اس سے آگے اندھیرہ بڑھنے لگتا۔ قرآن پاک کو آنکھوں کے عین سامنے رکھ کر پڑھتے تھے۔ زندگی کے چالیس سال سفر میں ایسے گزارے تھے کہ شام ڈھلتے ہی ہر صورت انہیں اپنا سفر روک دینا پڑتا تھا۔ بے شک خلیفہ وقت اور امیر شہر کی مہربانی سے وہ کسی نہ کسی خاص قافلے کے ساتھ ہوتے تھے لیکن اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دونوں تنہا ہی اپنا سفر جاری رکھتے۔

ان کا چھوٹا سا گھر تھا جس کے دروازوں سے جھک کر نکلنا پڑتا تھا' اور جس کے دو کمروں میں سے ایک کمرے کی کھڑکی' پچھواڑے کے حوض کی طرف کھلتی تھی۔ اسی کھڑکی کے نیچے قالین کے اوپر غالیچہ بچھائے' لکھنے کی رحل کے کنارے چراغ رکھے ابن عزیز سورج کی پہلی کرن سے اس کی آخری کرن تک اپنی کتاب لکھا کرتے۔ زینب کلثوم سیاہی بناتی' دوات میں انڈیلتی' قلم تراشتی' چراغوں میں تیل ڈالتی' اور نہیں تو ابن عزیز کے پاس بیٹھے لفظوں کی بناوٹ دیکھتی رہتی۔

زینب کلثوم ایک سادہ دل' معصوم صورت عورت تھی۔ قدرت کا کرنا کچھ ایسا ہوا کہ زینب کلثوم دو بار ماں بنی اور دونوں ہی بچے یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے۔ پھر وہ کبھی ماں نہیں بن سکی۔ وہ سفر میں ابن عزیز کے ساتھ بیوی کی حیثیت سے نہیں ایک وفادار خادم کی حیثیت سے رہی تھی۔ اس کی آنکھیں' ابن عزیز کی آنکھوں کی بینائی بنی رہی تھیں۔ اپنے شوہر کے ساتھ اس نے سفر کی صعوبتیں' اس حصول کے لیے

جھیلی تھیں جس حصول کے لیے اس کا شوہر سفر کی مشکلیں سہہ رہا تھا۔ اللہ کی رضا کے بعد اسے اپنے شوہر کی رضا مطلوب تھی۔ سفر میں کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ اس نے ابن عزیز سے پہلے اپنی پیاس بجھائی ہو' یا ان سے پہلے نوالہ توڑا ہو۔

ابن عزیز غصے کے تھوڑے تیز تھے' زینب کلثوم کو ایک لمحے میں اجنبی بنا دیا کرتے تھے۔ زینب ابن عزیز کے غصے کو کسی بچے کے غصے سے زیادہ نہیں سمجھتی تھی۔ دونوں میں محبت بھی مثالی تھی۔ بابا عزیز آنکھ کھولتے ہی کہتے،

زینب کلثوم! کہاں ہو.....آواز دو.....

زینب ہنس دیتی۔ ''اسلام علیکم یا ابن عزیز.....صبح بخیر.....''

اسے اپنے شوہر کی محبت پر پیار آتا تھا۔ ابن عزیز اس کی آنکھوں کا نور' کہ اگر وہ انہیں نہ دیکھے تو اس کی بینائی جاتی رہے۔

''یا ابن عزیز..... یہ 'ص' کے حوض کی گہرائی ذرا اور گہری کریں۔''

ابن عزیز کے ساتھ بیٹھے' ایک ایک لفظ کو دیکھتے کبھی کبھی زینب کہہ دیتی۔

''ان لفظوں کی تزئین کو نہ دیکھو زینب کلثوم! ان کی آرائش کوئی بھی خطاط کر دے گا' لیکن جو میں لکھ رہا ہوں وہ کوئی نہیں لکھ سکتا۔''

زینب نے اپنی زندگی میں کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی جبکہ ابن عزیز نے ساری زندگی کتابیں ہی اکھٹی کی تھیں۔ ان کے گھر میں کوئی خاص مال اسباب نہیں تھا۔ بس ہر طرف کتابیں ہی کتابیں تھیں۔ ابن عزیز جہاں جہاں گئے وہاں سے کتابیں ہی اکھٹی کر کے لائے تھے۔ ابن عزیز کی قسمت اچھی تھی کہ ان کی بینائی کے بارے میں جان کر سب انہیں عزت دیتے تھے۔ ان کے لیے وظیفے مقرر تھے۔ وہ جس خطے' جس شہر جاتے' امیر شہر ان کے سفر اور ان کے رہنے' کا بندوبست کرتے رہتے تھے۔ ہر ملک و شہر کے لوگ

ان کی خاص خدمت کرتے تھے۔ایک نابینا اپنی بیوی کے سہارے علم و دانش کی تلاش میں سرگرداں ہے یہ بات خلقت کے لیے بڑی باعث عقیدت تھی۔اکثر شہر کی فصیلوں کے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا گیا۔زینب یہ سب دیکھتی تو آبدیدہ ہو جاتی۔

''یا ابن عزیز!علم و دانش کی تلاش کیسا بڑا ربتہ ہے۔آپ اللہ کی تلاش میں نکلے ہیں اور لوگ آپ کے احترام میں۔جو اللہ سے محبت کرتا ہے پھر اللہ اسے کیا کچھ عطا کرتا ہے۔''

ابن عزیز خوشی سے مسکرا دیتے۔

''دمشق میں محترم بزرگ نے مجھے کیا نصیحت کی تھی۔کچھ یاد ہے زینب؟''ابن عزیز نے کچھ یاد کرتے ہوئے پوچھا

''انہوں نے کہا تھا کہ اگر آزمائش مال و اسباب پر آجائے تو شکر ادا کرنا' جانِ عزیز پر آئے تو شکر تر کرنا۔''

''جان عزیز پر آزمائش آئے گی تو شکر تر کیسے ہوا زینب۔اگر تیری جان پر کوئی آزمائش آئے گی تو میں شکر ادا کروں گا۔''

زینب کلثوم کی باتیں انہیں جھلا دیتی تھیں۔سر جھٹک کر ابن عزیز کتاب لکھنے لگے۔ان کے کپکپاتے ہاتھ ان کے بڑھاپے کی گواہی دے رہے تھے۔وہ ستر سال کے ہونے والے تھے۔ایک جوان جہاں عورت کو لیے لیے سفر کرنے پر انہیں شروع میں بہت لعن طعن کا سامنا کرنا پڑا' لیکن پھر خصوصا زینب کلثوم کی معصومیت نے ان دونوں کو حاجیوں کی سی صورت دلا دی۔گو ابن عزیز کبھی ایک عام آدمی رہے تھے لیکن اتنا سفر کر چکنے کے بعد ان کی حکمت میں اضافہ ہوتا گیا اور وہ داناؤں جیسی باتیں کرنے لگے۔وہ جہاں جاتے کسی درویش کی طرح ان کی دھاک بیٹھ جاتی۔گو وہ اپنی زبان سے یہ کہتے

رہتے تھے کہ وہ عام انسان ہیں لیکن جو واقعی میں عام انسان تھے وہ انہیں ''خاص'' ہی سمجھتے۔

کبھی کبھی ابن عزیز سوچتے کہ ان کی وجہ سے کچھ عزت زینب کو بھی میسر ہے۔ کہ زینب جیسی عورت اگر کسی اور کی بیوی ہوتی تو اسے حاصل ہی کیا ہوتا۔ ایک گھر اور چار دیواری۔ کم سے کم ان کی معیت میں اس نے ساری دنیا دیکھ لی۔ کیسے کیسے داناؤں سے ملی۔ کیسی کیسی حکمت کی باتیں سنیں، مقدس جگہیں دیکھیں، طرح طرح کی نعمتیں، میوے، چکھے کہ انہیں ایسی قوت ملتی رہی کہ وہ دونوں تند و تیز طوفانوں میں بھی سفر جاری رکھنے کے قابل رہتے تھے۔ کیا ایسی عام عورت کے بس میں یہ تھا کہ وہ گھر سے باہر قدم بھی نکال سکتی۔ ایسی عورت تو اس وقت پڑھاپے کی دہلیز پر کھڑی بس موت کا ہی انتظار کر رہی ہوتی۔

جب کبھی زینب کلثوم غور و فکر کرتی تو بس اللہ کا شکر ادا کرتی کہ جس نے اسے ابن عزیز جیسا شوہر دیا تھا۔ جس نے اپنی ساری عمر علم کی کھوج میں لگا دی۔ جس نے اللہ کے بنائے جہاں اور انسانوں سے ملنے کو عبادت جانا۔ زینب کلثوم جب دوسری عورتوں کے ساتھ بیٹھتی تھی تو کتنی بار شکر ادا کرتی تھی کہ اللہ نے اس کے نصیب میں ایک ایسا شوہر لکھا جس نے بوڑھا ہونے تک اللہ کی راہ میں سفر اختیار کیا۔ اس نے کوئی عالم، خطیب، معلم، طالب، فقیر، درویش، مجذوب نہیں چھوڑا تھا جسے روک کر احترام دینے کے بعد اس سے علم و دانش کے لیے سوال نہ کیا ہو۔

ابن عزیز کو ان کے سب سوالوں کے جواب ملے تھے جنہیں اب وہ قلمبند کر رہے تھے۔ وہ گھر میں قید تھے، تقریباً اندھا تھے، چراغ کی روشنی میں بمشکل سیاہی، قلم، اور لفظ پر نظر ٹکا پاتے تھے، اور یہ سب کچھ ایسا تھا کہ ان کی شہرت چار عالم میں تھی۔ ان کی کتاب کا انتظار بہت صبر سے کیا جا رہا تھا۔ ان کی خاموشی کو حکمت، گوشہ نشینی کو درویشی، اندھے پن کو آزمائش پر منسوب کیا جا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

اس رات جیسے ہی چراغ گل ہوئے اور ابن عزیز سوئے، تہجد کے وقت اٹھنے والی زینب کلثوم تہجد

سے پہلے ہی اٹھ بیٹھی۔ اسے لگا کہ کسی اور چیز نے اسے اٹھا دیا ہے۔ وہ جلدی سے ابن عزیز کی طرف لپکی لیکن وہ تو کسی معصوم بچے کی طرح گھٹنوں کو ٹھوڑی سے جوڑے گہری نیند سو رہے تھے۔ زینب ان کے سونے کے انداز پر مسکرا دی۔ لیکن اس کا دل بے چین تھا' کوئی انہونی ہوئی تھی۔ چراغ ہاتھ میں لیے لیے وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ یہاں گھر کا کچھ سامان رکھا تھا۔ ایک بڑا صندوق تھا جس میں کچھ کام کی چیزیں' کپڑے' قلم' دوات' تحائف' اور ظروف رکھے تھے۔ صندوق کے عین اوپر طاق پر ابن عزیز کی کتاب کے نسخے لکڑی کے چھوٹے سے صندوق میں بند رکھے ہوتے تھے۔ ابن عزیز اپنی آدھی کتاب لکھ چکے تھے' اس صندوق میں وہ آدھی کتاب ہی رکھی تھی۔ جیسے ہی چراغ کو زینب کلثوم نے طاق کی طرف کیا اس کا دل پھڑک کر رہ گیا۔ صندوق وہاں موجود نہیں تھا۔ چراغ اس کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچا۔ اس نے نیچے والے صندوق کا ڈھکن اٹھایا' وہ بھی خالی تھا۔ زینب زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ ان کے گھر میں کوئی ایک بھی چیز ایسی نہیں تھی جو ان کے لیے قیمتی تھی' قیمتی تھا تو وہ صندوق جس میں ابن عزیز کی کتاب کے نسخے رکھے تھے۔ یہ صندوق زینب نے ہی بنوایا تھا تاکہ ان کی کتاب محفوظ رہے۔ عزیز دن بھر جتنا لکھ لیتے' زینب اسے اٹھا کر اس صندوق میں رکھ دیتی۔

زینب کا دل چاہا وہ واویلا کرے' شور مچائے۔ وہ عزیز کے پاس آئی کہ اسے جگائے لیکن اسے خیال آیا' کہ عزیز کے دل کو رنج پہنچے گا۔ وہ یکدم کتنا دکھی ہو جائے گا۔

تہجد پڑھنے کے بعد وہ کتنی ہی دیر تک دعا میں گڑگڑاتی رہی کہ اللہ اس صندوق کو معجزے سے واپس طاق پر رکھوا دے۔ اس کی بینائی جاتی رہے لیکن ابن عزیز کا مسودہ واپس آ جائے۔ تہجد پڑھ کر جب وہ اندر کمرے میں گئی تو طاق خالی تھی۔ روتے روتے اس نے فجر پڑھی' پھر سے معجزے کی دعا کی لیکن صندوق واپس طاق پر نہیں آیا۔

فجر پڑھ کر ابن عزیز جب کتاب لکھنے لگے تو وہ عزیز کے پاس بیٹھ نہیں سکی۔ عزیز نے حیرت سے سر

اٹھا کر اسے دیکھا۔

''محبت میں صبر شرط ہے زینب! اتنی محبت بھی نہیں کرتی تم اللہ سے کہ اس کتاب کے لیے کچھ مشقت کر سکو۔ مجھے دیکھو میں نے چالیس سال اللہ کی محبت میں سفر کیا ہے۔ اتنی جلدی تمہارا دل اس کتاب سے بھر گیا؟''

زینب نے اپنی آبدیدہ آنکھوں کو ابن عزیز سے چھپانا چاہا۔ ''میں بازار جا کر کچھ سودا سلف لانا چاہتی ہوں۔''

عزیز کو غصہ آیا۔ ''جاؤ' جو چاہے کرو۔ علم و دانش کی باتوں سے تمہیں کیا سروکار زینب! رائی برابر غور وفکر بھی تمہارے لیے پہاڑ ہے۔''

وہ ابن عزیز کے ایک دوست کے پاس آئی تھی تا کہ انہیں یہ مشکل بتا سکے۔ لیکن وہ شہر سے باہر تھے۔ اس نے بازار سے ضروری سامان لیا اور نڈھال سی بازار کے ایک تنہاء گوشے میں بیٹھ گئی۔ ابی داؤد کا گزر وہاں سے ہوا تو وہ زینب کلثوم کو ایسے بیٹھے دیکھ کر رک گئے۔ یہ پورے شہر میں وہ واحد انسان تھے جنہیں ابن عزیز اور اس کی کتاب سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ وہ لوگوں سے کم ہی واسطہ رکھتے تھے۔ زینب اتنی پریشان تھی کہ ابی داؤد سے ہی سب بیان کرنے لگی۔

''اگر میں امیر شہر کے پاس جاؤں گی تو وہ ابن عزیز کو اپنے پاس بلا کر نسخے کی چوری کی تصدیق چاہیں گے۔ ابن عزیز صابر ہیں لیکن مجھے ان کی تکلیف گوارا نہیں۔''

''مجھ سے کیا چاہتی ہو زینب کلثوم؟'' ابی داؤد نے سختی سے کہا۔ یہ سختی ہی ان کا خاصا تھی اس لیے لوگ ان سے دُور بھاگتے تھے۔

زینب کی آنکھیں بھیگ گئیں اور وہ بہت ہی زیادہ دُکھی نظر آنے لگی۔

''ابن عزیز کے دل کو لگنے والی چوٹ میں برداشت نہیں کر سکتی۔ مجھے تو کتاب چاہیے ابی

داؤد! لوگ کہتے ہیں آپ اس سے کہیں زیادہ جانتے ہیں جتنا آپ ظاہر کرتے ہیں۔''

ابی داؤد غصے میں نظر آنے لگے۔''چور نے تمہارا کچھ نہیں چرایا زینب کلثوم! نقل کو اصل کے لیے اٹھالیا گیا ہے۔''

''میں سمجھی نہیں ابی داؤد.....''

''جو کتاب چور لے گیا ہے وہ تم خود لکھ دو.....''ابھی داؤد نے تحمل سے کہا

''میں؟ میں کیسے لکھ سکتی ہوں جناب ابی داؤد.....''

''تم نے بھی ابن عزیز کے ساتھ سفر کیا ہے.....''

''پر میں عقلمند و دانا تو نہیں.....میں کتاب کیسے لکھ سکتی ہوں.....؟''

''پھر جا کر ابن عزیز کو سب بتا دو یا قلم کو سیاہی میں ڈبو دو۔''

زینب نم آنکھیں لیے گھر لوٹ آئی۔عزیز کا چراغ بجھ چکا تھا اور وہ غصے میں تھے۔

''کہاں تھیں تم زینب؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارا شوہر کتنا اہم کام کر رہا ہے۔امیر شہر نے ساری دنیا میں اس کتاب کا ڈھنڈورا پیٹ دیا ہے۔سب اس کتاب کے انتظار میں ہے۔تم اپنے شوہر کی تھوڑی سی مدد نہیں کر سکتی۔چراغ کو روشن کرنے' قلم کو تراشنے سے زیادہ آسان کام اس روئے زمین پر اور کیا ہو گا۔مجھے دیکھو' میں اپنی بچی کچی بینائی کو بے نور کر رہا ہوں' اس کتاب کو اپنا نور دے رہا ہوں۔دوات میں سیاہی ختم ہو گئی تھی' میں سیاہی لینے اٹھا تو دوات ہی کہیں رکھ کر بھول گیا۔اس وقت سے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا ہوں۔''

زینب خاموشی سے سنتی رہی اور ابن عزیز کے لیے کھانا بنا کر لائی۔

رات ہو چکی تھی' ابن عزیز بستر پر غصے سے لیٹ گئے اور جلد ہی سو گئے۔زینب اٹھی اور ابن عزیز کے آج کے لکھے کلام کو دیکھنے لگی۔وہ اسے پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔اس نے زندگی میں کبھی کوئی

کتاب نہیں پڑھی تھی۔ وہ کتاب کیسے لکھ سکتی تھی۔ آنسو اس کی آنکھوں سے رواں ہو گئے۔ اس نے ابن عزیز کو دیکھا۔ وہ دنیا کا معصوم ترین انسان تھا۔ وہ اسے اس کی جان سے زیادہ عزیز تھا۔ وہ اس جانِ عزیز کو نیند سے جاگا کر کیسے یہ بتا دیتی کہ تمہاری متاع چوری ہو چکی ہے۔

وہ اٹھ کر وضو کرنے لگی۔ پھر وہ اس وقت تک نفل پڑھتی رہی جب تک اس میں سکت رہی۔ آخری سجدے کے بعد اس نے اللہ سے دعا کی کہ وہ اس کی مدد کرے۔ چور جو کل اس گھر میں آیا تھا آج پھر واپس آ جائے' بھلا کتاب اس چور کے کس کام کی' وہ آئے اور خاموشی سے کتاب رکھ جائے۔ دعا مانگنے کے بعد وہ سو گئی کہ چور کو گھر میں داخل ہونے میں آسانی رہے۔

تہجد کے وقت وہ اٹھی کہ چور صندوق واپس چھوڑ گیا ہو گا۔ وہ اسی یقین کے ساتھ چراغ لے کر کمرے میں گئی اور طاق کی طرف رخ کیا۔ طاق خالی تھا۔ صندوق کی جگہ ''سیاہی کی دوات'' رکھی تھی۔ ابن عزیز یہیں طاق پر دوات رکھ کر بھول گئے تھے۔ اپنے ہاتھ میں دوات لے کر زینب کتنی ہی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔

''تو صندوق کی جگہ یہ سیاہی آئی ہے۔''

زینب نے زیر لب کہا۔ تین اور راتیں وہ چور کا انتظار کرتی رہی اور پھر ایک رات زینب نے دوات اور قلم کو اپنے سامنے رکھ لیا۔ اس نے ایک لمبی دعا کی کہ اگر اللہ اسی پر راضی ہے تو وہ بھی اسی پر راضی ہے۔ دعا مانگنے کے بعد وہ سو گئی' نیند میں رات ایسے گزری جیسے وہ اپنے پہلے سفر پر روانہ ہوئی ہو۔ اگلی رات اس نے اپنے پہلے سفر' سے کتاب کو لکھنا شروع کر دیا۔

اب ابن عزیز دن میں کتاب لکھتے اور زینب کلثوم رات کو۔ جس دن ابن عزیز نے اپنی کتاب مکمل کی اسی رات زینب کلثوم نے بھی کتاب مکمل کر لی۔ ابن عزیز نے وہ صندوق منگوایا جس میں زینب کتاب رکھتی رہی تھی۔ اور پھر اس صندوق میں کتاب کے کل اوراق گن کر انہیں رکھ دیا۔ زینب کو یقین تھا

کہ ابن عزیز اس کتاب پر نظر ثانی کریں گے لیکن ابن عزیز نے کتاب پر نظر ثانی نہیں کی۔شاید انہیں اپنے لکھے پر اتنا یقین تھا کہ انہوں نے نظر ثانی کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔زینب نے سوچ لیا تھا کہ وہ کوئی مناسب وقت دیکھ کر ابن عزیز کو سب سچ بتا دے گی۔

کتاب امیر شہر کو بھجوا دی گئی۔

زینب نے اس کتاب کو اس ذات کے سہارے لکھا جو الہام کی صورت' خیال کی صورت' خواب کی صورت' اپنے بندے کو پیغامات بھجواتا ہے۔پہلے لفظ سے آخری لفظ تک زینب نے خود کو تو حقیر ہی سمجھا لیکن وہ ان الہاموں پر فدا ہو گئی جو اس کے دل پر نازل ہوتے رہے۔اس نے جانا کہ ایک وہ سفر تھا جو اس نے چالیس سال کیا اور ایک یہ سفر ہے۔اس نے محسوس کیا کہ جو رہ گیا تھا وہ اب اس پر آشکار کیا جا رہا ہے۔جو پہلے مبہم تھا وہ اب صاف صاف ظاہر ہو رہا ہے۔

رات کی تاریکی' گوشہ نشینی' قلم' اور الہام' زینب نے خود کو اللہ کے روبرو پایا.....

ابن عزیز کا زیادہ تر وقت تسبیح پڑھتے اور اپنے سفر کی باتیں کرتے گزرتا تھا۔کبھی کبھی وہ بے چین ہو جاتے کہ کتاب کی جلدی بندی میں اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے۔کتاب پر دانشوروں اور علماء کی جو جماعت نظر ثانی کر رہی ہے وہ کتاب میں زیادہ کانٹ چھانٹ تو نہیں کر رہی۔خطاط قلم کو سیاہی میں ڈبونے سے پہلے وضو تو کر لیتے ہوں گے۔ایک دن عزیز کچھ جذباتی ہو گئے اور زینب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگے۔

''موت کا کوئی وقت مقرر نہیں زینب' اب تو میں ویسے بھی بوڑھا ہو چکا ہوں' اگر تمہیں مجھ سے کوئی شکوہ شکایت ہے تو کہو کہ میں معافی مانگ سکوں۔''

زینب بس مسکرا دی۔

''میں نے تم سے کبھی خیانت نہیں کی' اور تم نے بھی میری عزت کی حفاظت کی۔ میں خوش ہوں کہ تم نے میرے اندھے پن کو دھوکا نہیں دیا۔''

زینب اب مسکرا نہیں سکی۔ وہ یک ٹک عزیز کی شکل دیکھ رہی تھی۔ ابن عزیز کی ایسی معصومانہ باتوں پر اس کا دل آبدیدہ ہو گیا۔ خیانت وہ کر چکی تھی۔ زینب سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ رونے لگی۔ ابن عزیز نے چونک کر زینب کو دیکھا۔ اس کے رونے نے انہیں سہما دیا۔ بات خیانت کی ہو رہی تھی اس لیے یکدم ان کا دل شکوک سے بھر گیا۔

''زینب کلثوم! اے عورت..... کیا تو نے.....؟''

ابن عزیز کا فقرہ پورہ نہیں ہوا تھا کہ زینب نے ابن عزیز کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

''مجھے عہد دیں ابن عزیز! کہ میری بات سن کر آپ رنجیدہ نہیں ہوں گے۔ آپ کی تکلیف کے خیال نے مجھے اس بات کو راز میں رکھنے پر مجبور رکھا۔''

ابن عزیز کا شک یقین میں بدلنے لگا کہ ضرور زینب نے خیانت کی ہے۔ غصے سے وہ کانپنے لگا لیکن زینب پر ظاہر نہیں کیا۔

''میں تمہیں عہد دیتا ہوں.....''

جبکہ ابن عزیز دل میں یہ عہد کر چکے تھے کہ وہ ایسی حرافہ عورت کو گھر سے نکال دے گے۔ چالیس سال یہ عورت ان کے ساتھ سفر میں رہی تھی۔ ہاں ایسی ہی عورت تو حرافہ ہو سکتی ہے۔

زینب نے ابن عزیز کے عہد کو پا کر کتاب کی ساری بات سنا دی۔ وہ دم بخود زینب کی شکل دیکھ رہے تھے۔ زینب پر ابن عزیز کی خاموشی گراں گزر رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ عزیز کچھ تو کہیں.....

''آپ نے مجھے معاف کر دیا ابن عزیز؟''

ابن عزیز نے دانت پیسے۔ ''اس سے اچھا ہوتا کہ تو حرافہ نکل آتی۔ جاہل عورت تو نے میری

کتاب لکھ دی۔ میری زندگی بھر کی کمائی کو تو نے یوں برباد کر دیا۔''

زینب ابن عزیز جیسے درویش صفت انسان کے منہ سے ایسے الفاظ اور لب وہ لہجہ سن کر سکتے میں آ گئی۔

''جو اپنے دل میں اللہ کی محبت کی گرہ باندھ لیتا ہے' اس کی زبان پر لغو باتوں کی گرہ نہیں لگتی ابن عزیز! میں نے تو صرف آپ کے لیے.....''

''اے کم نصیب! میرے لیے یا خود اپنے لیے۔ تو چاہتی تھی کہ مجھ جیسے درویش کی ایسی نادر و نایاب کتاب' جو صدیوں زندہ رہے گی' جسے ہر آنکھ پڑھے گی' ہر زبان بیان کرے گی' میں تو بھی زندہ رہے۔ تو سمجھتی تھی کہ میں نے تجھے اپنا ہمسفر بنایا ہے تو تجھے اپنا ہم قلم بھی بناؤں گا۔ اگر میری آنکھیں بے نور نہ ہوتیں تو میں تجھ جیسی جاہل عورت کو اپنے ساتھ سفر پر نہ رکھتا۔ تو نے کیا سوچ کر اس عظیم قلمی نسخے میں اپنی جاہلیت دکھائی؟ علم و دانش' حکمت و دانائی' کو تو نے کیونکر برباد کر دیا؟''

زینب سسکنے لگی۔ ''مجھے معاف کر دیں ابن عزیز!''

''میرا نسخہ کہاں ہے؟ جھوٹ مت بول' کوئی چور نہیں آیا اس گھر میں' کچھ چوری نہیں ہوا.....''

''چور آیا تھا ابن عزیز.....وہ مال اسباب اور صندوق لے گیا۔''

''تو نے میرا نسخہ جلا دیا ہے۔ تیرے حسد نے تجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ بتا تو نے اپنا نسخہ کیسے لکھا؟ کیا لکھا ہے تو نے۔ اتنے مہینے ہونے والے ہیں' کتاب جلد بند ہو کر نہیں آئی۔ امیر شہر' خلیفہ وقت نے کوئی پیش رفت نہیں کی۔ وہ سب تو مل کر میری کتاب پر ہنس رہے ہوں گے۔ پھر انہوں نے آگ جلائی ہو گی اور اس میں وہ نسخہ جھونک دیا ہو گا۔ جاہل عورت تو نے میرے موتیوں کے ساتھ اپنے سنگ بھیجے۔ کیا لکھا تو نے بول۔ اب سارے عالم میں میری جگ ہنسائی ہو گی۔ میری عزت کو خاک کرتے شرم نہیں آئی۔''

''میں نے اس میں وہی سب لکھا جو ہمیں سفر میں پیش رہا۔ مصر کی طرف جاتے ہمیں جو محترم بزرگوار ملے تھے انہوں نے کہا تھا'' حرام ام الخبائث ہے اور جاہلیت ام المصائب۔'' میں نے اس میں لکھا کہ کوفہ کے بازار میں ایک ایسا شخص تھا جو شکلیں بدلتا تھا' وہ جس انسان کے سامنے جاتا اس کے اعمال کی شکل اختیار کر لیتا۔ اللہ اس مجذوب سے سخت ناراض ہوا۔ پھر وہ شخص بازار میں یہ اعلان کرتا پھرتا تھا'' پہچان لو اپنے رب کو' جو تمہارے عیبوں کو بے نقاب کرنے کے گناہ پر مجھ سے ناراض ہوا ہے۔ اور تم اسی عظیم رب کی حکم عدولی میں غلاں ہو۔'' میں نے ایران کے اس شہر کی بابت لکھا جہاں ایک دانا بیٹھتا تھا' وہ پتھروں کے بدلے میں دانائی دیتا تھا۔ میں نے اس درخت کا ذکر کیا جو شہر والوں کی بے حسی دیکھ کر راکھ ہو گیا تھا' اور اس پہاڑ کا جس کی کھوہ میں چھپ کر ایک گناہگار راتوں کو جا کر توبہ کرتا تھا ۔ جب زمین والوں نے اس گناہگار کو قبر کی جگہ دینے سے انکار کر دیا اور کی لاش کو گلنے سڑنے کے لیے ویرانے میں پھینک دیا تو پہاڑ نے اپنے پتھر لڑھکڑا دیئے اور اس کی لاش کو قبر کی طرح ڈھانپ دیا۔ سیلاب نے زمین والوں کی قبروں کو' گھروں کو' بستی کو بہا دیا اور پہاڑ کے دامن میں بس وہ ایک قبر ہی باقی رہ گئی۔'' ''ہمارا کام اللہ کے حکم کی پاسداری کرنا ہے نا کہ حاکم بن کر حکم نازل کرنا۔'' میں نے اس شفاء کے بارے میں لکھا ہے جو ہر دعا میں ہے' اس کے شکر کے بارے میں جو ہر نعمت کی پہچان میں ہے' اس سجدے کے بارے میں جو روح کے قیام میں ہے۔ میں نے قبر کے اس کتبے بارے لکھا جس پر درج تھا'' ہدایت تمہارا خزانہ ہے' اور بندگی اس کی محافظ۔'' میں نے موت کی حقیقت کو پرکھا اور یہ جانا کہ موت تو بس نقاب کشا ہے' وہ زندگی کا نقاب اتار کر ہمیں حقیقی روپ میں اللہ کے روبرو کھڑا کر دے گی۔ میں نے غور کیا ابن عزیز اور یہ جانا کہ انسان اگر انکسار نہیں رکھتا تو وہ اپنی روح میں اندھیرہ شگاف رکھتا ہے' یہ اندھیرہ اس کی ساری روشنی پر غالب آ جائے گا۔ میں نے تو سب وہی لکھا یا ابن عزیز جو آپ نے لکھا ہو گا۔''

''تو کیا جانتی ہے یہ شریعت اور دانش کی باتیں۔ کہاں کی علم یافتہ ہے تو زینب؟ تجھے کیا پتا دانائی کسے کہتے ہیں۔''

''کیا بابا ادریس نے کہا نہیں تھا کہ دانائی صرف انکسار ہے.....معصومیت ہے.....شفافیت ہے.....جس کی انا زندہ ہے وہ معلم نہیں۔ جس کا غرور سر بلند ہے وہ طالب نہیں۔ جو اپنی بڑائی میں مبتلا رہتا ہے وہ بارگاہ الٰہی میں مطلوب نہیں رہتا۔''

عزیز دنگ زینب کی شکل دیکھ رہا تھا۔

''جو تو نے دیکھا اور سنا اس سے تو دانا ہو گئی؟ دفع ہو جا میری نظروں کے سامنے سے۔ چالیس سال میں نے حکمت کی تلاش میں در در کی ٹھوکریں کھائیں' حتی کہ میری کمر خمیدہ ہو گئی۔ چالیس سال.....اور تو اپنی چند راتوں کو میرے چالیس سالوں کے برابر لا رہی ہے۔''

''سفر تو اسی سال کا بھی بے کار ہے ابن عزیز! اگر قلم اور سیاہی کے لیے کیا ہو۔''

''تو مجھے ایسی باتوں سے بہلا نہیں سکتی زینب! میں تجھے بد دعا دوں گا۔ تو نے میرے چالیس سال برباد کیے ہیں۔ تو نے بڑی خیانت کی۔''

زینب نے بے یقینی سے ابن عزیز کو دیکھا۔

''چالیس سال برباد کیسے ہو سکتے ہیں؟ وہ تو اللہ کے پاس کئی درجوں میں محفوظ ہیں' ایک ایک لمحہ' ایک ایک عمل۔''

ابن عزیز نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

''میرے لفظ میرے اعمال کا ثبوت تھے' کہ میں نے اللہ کے لیے سفر اختیار کیا۔''

''اللہ کو تو ثبوت کی ضرورت نہیں ہوتی ابن عزیز.....''

''اللہ کے بندوں کو ہوتی ہے زینب.....''

زینب کلثوم سکتے میں آ گئی۔

''تم اس کتاب کے ذریعے اپنی بزرگی ثابت کرنا چاہتے ہو؟ جب دل روشن ہو گیا تو باقی چیزوں کی روشنی سے کیا تعلق رہا۔ جب نور سینے میں سمٹ آیا تو آنکھوں کی بے نوری کا رونا کیونکر رہا۔ ابن عزیز ! کیا اس کتاب کی صورت تمہیں زندہ رہنے کی خواہش ہے۔ لیکن کیا تم جانتے نہیں کہ انسان چاہ کر بھی زندہ نہیں رہ سکتا جیسے وہ خود سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ تو صرف اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے۔ تم اللہ کی چاہت سے پہلے اپنی چاہت کیوں چاہنے لگے۔ کیا تم بغداد کی مسجد کے امام کا خطبہ بھول گئے کہ ''دُنیا کی کوئی چیز اتنی شفاف نہیں جتنا شفاف وہ دل ہے جس پر اللہ کی محبت قابض ہے۔'' ابن عزیز! ایسے شفاف دل میں' دنیا اور ہمیشگی کی چاہ کیسے آ گئی۔ اللہ کی محبت قابض ہو گئی تو اپنے نام کی سربلندی کی خواہش کیسے قابض ہو گئی۔ میں نے اس کتاب پر تمہاری عزت کے لیے کام کیا' تم نے اپنے رب تے کے لیے اللہ کی محبت کو استعمال کیوں کیا؟''

جب بہروپ دھل جاتا ہے تو ''اصل'' نکل آتا ہے۔ سمجھو کہ کتاب بہروپ تھی' اب اصل یہ ہے ''کتاب کا نہ ہونا''۔ ابن عزیز کیا بھول گئے حکمت کی وہ بات کہ آزمائش تو بس ایک دروازہ ہے' جس کے اس پار ہمارے ظرف کا آئینہ ہے۔ اللہ تو بس ظرف ہی دیکھ رہا ہوتا ہے' اور پھر وہ اس آئینے کو ہمارے سامنے کر دے گا کہ دیکھو یہ ہو تم۔ آؤ ابن عزیز! مل کر اللہ سے معافی مانگیں' اسے یہ بتائیں کہ ہم اس کے فیصلے پر راضی ہیں۔ ہماری چاہ اس کی بندگی ہے' ہماری طلب صرف اس کی محبت ہے۔ ہمارا ظرف تو ہمیشہ کمتر رہے گا' لیکن اس کا رحم بلند تر
رہے گا۔ آؤ مل کر اللہ سے معافی مانگیں۔''

''تم نے خوب باتیں کرنی سیکھ لیں ہیں زینب! عجب بات ہے کہ میں تجھے پہچان نہیں سکا۔ تو میرے علم و دانش کدے پر نقب لگاتی رہی۔''

ابن عزیز کے ایسے ہتک آمیز انداز نے زینب کے دل کو مسل کر رکھ دیا۔اس کی آنکھوں میں آنسو سمٹ آئے۔البتہ اس کے سینے کی فراخی بڑھنے لگی۔زینب نے محسوس کیا کہ جیسے اس کی آنکھوں کی بینائی بڑھتی جا رہی ہے۔جو چھپا ہوا تھا اس پر سب عیاں ہوتا جا رہا ہے۔اس نے دیکھا کہ چٹیل میدانوں،لق دق صحراوں میں، وہ اکیلی سفر کر رہی ہے، مسجدوں کے حجروں کے باہر پردے میں بیٹھی وہ برگزیدوں کے کلام سن رہی ہے، کلام پاک اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ تفسیر پر انگلی رکھ رہی ہے۔اسے اپنے آس پاس ابن عزیز کہیں نظر نہیں آیا۔بس اسی وقت اس نے جانا کہ وہ جتنے ساتھ ساتھ تھے اتنے ہی الگ اور تنہا۔

اسی دوران دروازے پر دستک ہوئی۔زینب کمرے سے ملحق دوسرے کمرے میں پردے کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔آنسو اس کی آنکھوں سے رواں تھے۔مولانا التمش صلاح جن کی سرپرستی میں کتاب دی گئی تھی، چند دوسرے مفکرین و دانشوروں کی سرگردی میں کمرے میں آئے اور ابن عزیز کے سامنے قالین پر دوزانو بیٹھ گئے۔ان کے ساتھ باقی کی جماعت بھی دائرہ بنا کر بیٹھ گئی۔

''محترم صادق ابن عزیز! کتاب کی جلد بندی میں یقیناً بہت وقت لگا۔تزائین و آرائش کے بہت سے نسخے تو صرف مشق کے لیے بنوائے گئے تھے تاکہ بہترین نسخے کو جو کتاب کے قلب سے ہم قلب ہو کو منتخب کر لیا جائے۔''

ابن عزیز لب بھینچے، سر جھکائے سن رہے تھے۔انہیں اندازہ تھا کہ کیسے یہ لوگ بصورت جماعت ان کا مذاق اُڑانے آئیں ہیں۔مولانا التمش صلاح نے رحل پر ابن عزیز کے سامنے کتاب کا نسخہ احترام سے رکھ دیا۔کتاب کی جلد بندی نے ابن عزیز کی آنکھوں کو بقوہ نور کر دیا۔

''یہ میری کتاب ہے۔''

ابن عزیز کی آواز وسوسوں سے کپکپا رہی تھی۔ وہ ان سب کے متوقع قہقہوں سے خوفزدہ تھے۔

مولانا نے ایک نسخہ جس کی جلد بندی کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی آگے کیا۔ شرمندگی سے ابن عزیز کی پیشانی پر پسینہ سمٹ آنے لگا۔

''ہاں! یہ ایک جاہل کا کارنامہ ہے۔ اچھا کیا اسے الگ کر دیا۔ اس جاہل کو یہ لگا کہ یہ اتنا ہی آسان تھا کہ قلم دوات لے کر کچھ بھی لکھ دیا جائے اور آپ جیسے عالم فاضل اسے قبول بھی کر لیں۔''

جو بات مولانا ڈرتے ڈرتے کرنے ہی والے تھے اسے ابن عزیز کے منہ سے ایسے سن کر ان کا حوصلہ بڑھ گیا۔

''واقعی یہ تو کسی جاہل اور بہکے ہوئے کا نسخہ ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے کوئی دیوانہ اوٹ پٹانگ لکھتا رہا ہے۔ ہم آپ سے بات کرنے کے لیے آنا چاہتے تھے پھر یہی مناسب لگا کہ آپ کو کم سے کم زحمت دی جائے اور کتاب کے ساتھ جو مناسب ہے وہ کیا جائے۔ باہمی مشاورت سے ہم نے یہ بیکار نسخہ کتاب سے الگ کر دیا ہے۔ یہ کتاب آج شام ہی دنیا بھر کے کتب خانوں میں بھیج دی جائے گی۔ اس کتاب پر آپ کے نام کی تصدیق چاہیے۔ آپ اس پر صادق ابن عزیز لکھوانا چاہتے ہیں یا جیسا کہ آپ نے اس کتاب کے اندر لکھا ہے کہ انسان کا نام اس کی آخرین عمر میں طے پایا جانا چاہیے جب وہ اپنے عمر بھر کے اعمال کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھ سکے۔ تو آپ نے اپنا کوئی نام طے کیا ہے؟''

ابن عزیز اس بات پر ٹھٹکے۔ رحل کے کنارے رکھے چراغ کی روشنی میں وہ خوبصورت جلد کی کتاب پر پورے کے پورے جھک گئے۔ انہوں نے کتاب کو کھول کر دیکھا۔ پہلا ورق ان کے سامنے تھا۔

''جو اللہ کی کھوج کا ارادہ باندھتا ہے وہ تو پہلے ہی اللہ کو پا چکا ہوتا ہے۔''

ابن عزیز کی سانس ان کے حلق میں آ کر اٹک گئی' ان کے ہاتھ کانپنے لگے۔ چند اور ورق الٹے.....

''جو اللہ کی محبت پا لیتا ہے' وہ اپنی ذات کو مٹا ڈالنا چاہتا ہے۔ لیکن جو پھر بھی اپنی ذات کو بلند رکھنا

چاہے وہ اللہ کی چاہت کھو دیتا ہے۔''

ابن عزیز کو لگا کہ وہ کتنے اندھے ہیں یہ آج ان پر ظاہر ہو رہا ہے۔ کتاب کے اوراق سے ان کی پیشانی چھونے لگی۔ اور پھر کتنی ہی دیر بعد انہوں نے اپنا سر اٹھایا اور دوسرا نسخہ ہاتھ میں پکڑ لیا۔ وہ اس ناکارہ نسخے پر بھی پورے کے پورے جھک گئے۔ جلدی جلدی ورق الٹنے لگے۔ جیسے جیسے وہ الٹتے گئے ویسے ویسے آنکھوں کا نور کم ہونے لگا۔ البتہ دل کی ایک آنکھ کھل گئی اور ابن عزیز نے اپنے ہاتھ سے لکھے ایک ایک لفظ کو ناکارہ' فضول اور گھٹیا پایا۔ ابن عزیز نے خود پر ''حرف حقیقی'' کو آشکار ہوتے پایا۔

''اس کتاب پر کیا نام لکھوائیں گے محترم؟''

ابن عزیز کے ہونٹ کپکپا گئے۔ انہیں یاد آیا جب وہ اپنے آخری سفر سے واپس آ رہے تھے تو ایک بزرگ انہیں ملے تھے۔ بزرگ نے گردن کو ذرا سا پیچھے موڑ کر دیکھا اور پوچھا، ''یہ خاتون؟''

''یہ میری بیوی ہے۔ بس سمجھے میری لاٹھی.....''

''وہ تمہاری لاٹھی ہے یا تم اس کی لاٹھی پر ہو؟ اس کا گھوڑا پیچھے ہے لیکن وہ تم سے آگے ہے۔ جب وہ تمہیں نصیحت کرے تو اس کی نصیحت پر عمل کرنا.....''

''اس پر کیا نام لکھیں عزیز محترم؟''

ابن عزیز نے اپنے لکھے اوراق کو ہاتھ میں لیا اور انہیں سب کے سامنے کیا۔

''یہ بیکار قلمی نسخہ میری حقیقت ہے اور یہ سند یافتہ کتاب میری بیوی کی حقیقی محبت۔ چالیس سال میں نے سفر کیا' اور چالیس سال اس نے اللہ سے دُوری کا فاصلہ کم کیا۔ میں نے اس سفر سے تکبر' بڑائی' ربتہ' پایا اور اس نے حقیقت' انکسار' رضا اور اللہ کو پایا۔ دو مسافروں نے ایک ہی راستے پر ایک ساتھ سفر کیا' ایک موتی اٹھا لایا اور ایک پتھر لاد لایا۔ ابن عزیز کو اپنی بزرگی کی سند چاہیے تھی اور زینب کو صرف اللہ کی رضا۔ ابن عزیز قلم کے لیے لفظ' اشعار' تراکیب' مثالیں' قصے' اقوال' اور نام اکھٹے کر رہا تھا اور زینب'

ہدایت' فکر' حقیقت' محبت حاصل کر رہی تھی۔ میرا تکبر مجھے لے ڈوبا اور زینب کلثوم کی محبت اسے اللہ کے نزدیک لے گئی۔ میں نے جو ستر سال کمایا وہ ایک رات میں چور لے گیا' بس اتنی ہی وقعت تھی اس حاصل کی۔''

ابن عزیز زینب کی کتاب کو آنکھوں سے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

اس کتاب پر زینب کلثوم لکھ دو' اور اللہ سے محبت کرنے والوں کا نام لکھ دو اور لکھ دو.....

''جب لوگ اللہ کی محبت پر عہد باندھتے ہیں تو اللہ ان پر خاص توجہ دیتا ہے' اور پھر اللہ دیکھتا ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں کس درجے کے مسافر ہیں۔ وہ راستے کو موتی اور سنگ سے بھر دیتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کا بندہ کیا اٹھا رہا ہے۔''

THE END